Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:2 (1965)

اسلام کا نظریہ حیات

مفتی محمد نعیم لودھیانوی

خطیب جامع مسجد — جناح کالونی لائل پور ،

خالق کائنات نے انسان کی نظری اور عملی قوتوں کو وحی الٰہی کی پیغمبرانہ تفسیر اور تعمیل کی ہدایات کے مطابق استعمال کرنے کا نام اسلام رکھا ہے جو کہ "ان الدین عند اللہ الاسلام" کے مطابق ابتداء عالم سے انسان کو اپنی نظری اور عملی قوتوں کو وحی الٰہی کی پیغمبرانہ تفسیر و تعمیل کے مطابق استعمال کرنے کی ہدایت کرتا رہا ہے ۔ جس کا آخری ضابطہ حیات فرقان حمید اور اس کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا الہامی ارشاد و عمل ہے جس کے مجموعہ کو کتاب و سنت سے تعبیر کیا جاتا ہے جو انسانی تفکر و تدبر اور تذکر کی تطہیر کا واحد ذریعہ ہے ۔

جو لوگ کلام الٰہی اور اس کے لانے والے کے اس الہامی ارشاد و عمل کو نہیں مانتے وہ اپنے فکر و تدبر کی خرابی کی وجہ سے جو کہ انسانی فکر و تدبر اور اس کی تعمیل کی تطہیر کا واحد ذریعہ ہے ، خالق کائنات کی وحدانیت تو کیا اس کے وجود حقیقی کو بھی ثابت کرنے سے قاصر رہے ہیں جیسا کہ فلاسفۂ عالم کے ربط حادث بالقدیم جیسے مشکل مسائل کی پریشان خیالی سے ظاہر ہے ۔

اسلام انسان کی نظری اور عملی قوتوں کے اعتماد و عمل کے نتائج کو اس زندگی کے علاوہ آنے والی دوسری زندگی میں بھی بطور جزا اور سزا تسلیم کرتا ہے جو کہ عدل و انصاف کا تقاضا اور انسانی اعمال کا قدرتی نتیجہ ہے اور دراصل دار جزا وہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی نظریہ حیات انسانی زندگی

کے ہر شعبہ پر حاوی ہے اور وہ اس کی کامل رہنمائی کرتا ہے - اس نظریہ حیات کا تعلق عبادات سے ہو یا اخلاق اور معاملات سے ' جن میں زراعت ' تجارت اور صنعت اور انہیں منظم کرنے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فوائد حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے کے تمام ذرائع موجود ہیں ، جن پر عالم اسباب میں انسانی زندگی کا دار و مدار ہے - ان میں انسانی معیشت و معاشرت تہذیب و تمدن اور ثقافت وغیرہ سب داخل ہیں - یہی اسلامی سیاست اور اسلامی نظریہ حیات ہے -

اسلام کا نظریہ حکومت — اسلامی نظریہ حکومت جو کہ ایک ہی حاکم حقیقی خالق کائنات کی نیابت میں اسی کے نازل کردہ بنیادی اصولوں کی روشنی میں اسی کے ارشاد " خلق لکم ما فی الارض جمیعا " سے افراط و تفریط سے بچ کر "وکذلک جعلنا کم امۃ وسطاً" کے اصول کے مطابق حاصل ہو سکتے ہیں - انہیں میں جملہ موجودات کی ابتدائی زندگی سے لے کر انتہائی دائمی زندگی تک کے انتظامات ایک احسن طریق پر موجود ہیں ' جس کا آخری ضابطہ حیات آخری الہامی کتاب اور آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں- " لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " اور ان کے رفقاء " و السابقون الاولون من المہاجرین و الانصار و الذین اتبعواھم باحسان " کے مطابق موجود ہے - اس کی تعمیل جمہور کے ایک منتخب امیر کی وساطت سے ہوتی ہے جو نبی علیہ الصلوۃ و السلام کے بعد اپنے عزم میں اصحاب حل و عقد یعنی ماہرین قانون اسلام کی ایک منتخب مجلس شوری کے فیصلوں کا پابند ہوتا ہے - جہاں تک کتاب و سنت کی مطابقت اور متابعت کا تعلق ہے اس کا درجہ عام جمہور اسلام سے بالاتر نہیں ہوتا -

یہی کتاب و سنت کی مطابقت اور متابعت ایک ایسا بنیادی اصول ہے جو اسلام ہی مختلف قوموں ' نسلوں اور خاندانوں کو سماجی اختلاف کے باوجود ایک مرکز پر جمع کرنے کا باعث ہے - جسے اخوت اسلامیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور نسل انسانی کی وحدت کا مرکز قرار دیا جاتا ہے -

ایک الزام کی تردید ــ جو پیغمبر ایک ایسے خطہ ارض کے قبائل میں پیدا ہوئے تھے جو صدیوں سے متمدن اور تاریخی دنیا سے الگ تھلگ واقع ہوا تھا لوگوں نے جو کچھ ان سے سیکھا اپنے اسی پیغمبر کے کلام الہی کی پیغمبرانہ تفسیر و عمل سے سیکھا ۔ وہ نہ روما کے قدیم قانون سے واقف تھے اور نہ یہودیت اور نصرانیت کی موشگافیوں سے آشنا جو کہ خود ھی اپنے انبیاء کی سنت سے نا واقف ھو کر اپنی اصل کتاب تورات و انجیل کو بھی کھو چکے تھے ۔ عرب میں صابئی مذھب کے بانی ستاروں کی پوجا اور پرستش ھی کو ابراھیمی متابعت قرار دے کر اپنی ابراھیمیت کا دعویٰ کرتے تھے ۔ غرض کہ عرب کے تمام قبائل ہر قسم کے مشرکانہ اعتقادات اور اعمال و اخلاق کے باوجود سچے ابراھیمی ھونے کے مدعی تھے ۔

لیکن اسلام نے وحدت الہی اور اس کے حقیقی بنیادی اصولوں کی روشنی میں انسانوں کے فطری نظری اور عملی قواء کی تطہیر کی وساطت سے بہت کم مدت میں جو انقلاب عظیم برپا کیا ، اس کی نظیر نہ صرف تاریخ عالم بلکہ موجودہ دور کے تمام ترقی یافتہ عناصر بھی پیش کرنے سے قاصر ھیں ۔ اس لئے اسلام پر یہ الزام لگانا کہ اس نے دنیا کے کسی قدیم مکتب خیال سے استفادہ کیا ھے ، تاریخ اسلام سے نا واقفیت یا اسلام دشمن عناصر کی ھٹ دھرمی سے متاثر ھونے کا نتیجہ ھے ۔

اسلام چونکہ جملہ محاسن انسانی کا مجموعہ ھے ۔ اس لئے اس نے '' الحکمۃ ضالۃ المومن '' کے مطابق ہر انسانی حسن کو اپنانے کی پوری کوشش کی ھے جو کہ در حقیقت اس کی وراثت ھے ۔ اس سے بہت سے کوتاہ بیں اور حالات اور تاریخ اسلام سے نا واقف لوگوں کو اس کے صرف عملی اور تجرباتی ھونے کا شبہ ھوا ھے جو کہ ان کے اپنے مذھبی تعصب اور حسد و بغض کا نتیجہ ھے ۔

حقیقت حال یہ ھے کہ ابتدائے عالم سے ہر دور میں الہامی صداقت کسی نہ کسی صورت میں بطور اتمام حجت قائم رھی ھے اور اس سلسلے کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر اس کی تصدیق فرمائی ھے تو یہ ان کی الہامی

تصدیق کا نتیجه هے نه "که تاریخ عالم سے استفاده کا جب که وه پیغمبر امی محض تھے -

تہذیب و تمدن کی بنیاد — کسی مذهب و ملت کی تہذیب و تمدن کی بنیاد اسی مذهب کی کتاب اور اس کے لانے والے کے الہامی اقوال و اعمال و اخلاق هوتے هیں ، جن کے مجموعه کو اسلام میں کتاب و سنت سے تعبیر کیا جاتا هے - وه همارے هاں اس طرح محفوظ هیں که تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر هے جیسا که "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" سے ظاهر هے - اسلام کے علاوه جمله مذاهب کا دامن اس سے خالی هے اس لئے ان کی تہذیب و تمدن اور ثقافت وغیره کی بنیاد ان کا مذهب هر گز نہیں قرار دیا جا سکتا - بلکه ان کے اپنے ذهنی اختراعات اور زمانه ماضی و حال کے تاریخی امتزاجات کا نتیجه هے -

یه شرف صرف اسلام کے ضابطه حیات کو حاصل هے ' جو اپنے اصلی وجود اور اس کے حامل کے جمله اعمال و اقوال اور اخلاق و اعتقادات کا ایک ایسا درخشنده ضابطه حیات هے - اور جس نے ایک معمولی فرد اور معمولی گھر اخوت اورانسانی سے لے کر اقوام عالم کے واحد ایوان حکومت اور اس کے حاکم اعلیٰ تک کے تمام احکام انسانی همدردی کے فطری بلند اصول پر مرتب فرمائے هیں - یه موجوده دور کے تمام فطری نظریوں کا خاتمه کر کے حقیقی امن عالم کے کفیل هو سکتے هیں - اور ایک معتدل حالت میں دور حاضر کے تمام ترقی یافته منصوبوں کا استقبال کرتے هیں اورانہیں "خلق لکم ما فی الارض جمیعا" کا مظہر قرار دیتے هیں - ان کی اولین شرط ایک هی حاکم حقیقی یعنی خالق کائنات اور اس کے ارسال کرده آخری فطری ضابطه حیات کلام الہی اور اس کی پیغمبرانه تفسیر اور اس کے مطابق عمل کرنا هے -

اس ضابطه حیات کی روشنی میں آج دنیا کے تمام مشکل مسائل حل هو سکتے هیں اور وه دائمی امن عالم قائم هو سکتا هے - جس کی دنیا کو تلاش هے -

اسلام امن عالم کا کفیل ہے ۔ اگر آج دنیا کے موجودہ ہر قسم کے نظاموں سے اسلام کے فطری اصولوں کی روشنی میں غیر فطری عناصر کو خارج کر دیا جائے تو دنیا کے تمام سرمایہ دارانہ اور غیر سرمایہ دارانہ نظاموں میں مفاہمت ہو سکتی ہے - اور اس افراط و تفریط کے خاتمہ سے ایک ایسا معتدل نظام قائم ہو سکتا ہے جو امن عالم کا کفیل ہو - اور جس میں ہر مکتب خیال پوری آزادی اور کامل اعتدال سے اپنے خیالات کے مطابق امن کی زندگی بسر کر سکتا ہے -

چند سال پہلے لاہور میں منعقدہ مجلس مذاکرہ میں ، شریک معزز مہمانوں نے نظریہ اسلام کی وضاحت اور اس کے انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے کے اثرات پر علمی، تاریخی اور تحقیقی مقالات بوسعت اور پڑھے۔جن میں مذہب اسلام کی رواداری اور نوع انسانی میں مساوات ہمدردی اور اس کو اصل مقام دینے میں اس کی ضمانت اور کفالت کو واضح کیا - اصل مذہب اسلام میں جو غیر فطری اثرات شامل ہو کر اس کی اشاعت اور اسے امن عالم کا کفیل ہونے سے مانع تھے ، انہیں پوری تفصیل سے بیان فرمایا ۔ اور اسلام کے فطری اصولوں کو ان سے ہر طرح بے تعلق ثابت کیا - تاریخ عالم شاہد ہے کہ انسانیت کے فطری اصول اسلام کے علاوہ اور کہیں موجود نہیں ہیں - اور اب دنیا کو انسانی ترقی نے ان فطری اصولوں کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا ہے ۔ جن میں کہ ہر فرد کے لئے حسب ضرورت روٹی ، کپڑا مکان اور ادویہ کا مہیا کرنا حکومت پر لازم قرار دیا ہے - یہ ہر فرد کا فطری حق ہے ۔ خیرات نہیں ہے - دنیا کے عوام اس سے زیادہ کے خواہش مند بھی نہیں ہیں اور نہ وہ تھیوریوں (Theories) کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں - وہ ہر اس تھیوری سے بغاوت پر آمادہ ہو جاتے ہیں جو انہیں یہ حقوق دلوانے سے قاصر ہے - خواہ وہ اشتراکیت ہی کیوں نہ ہو ۔ ایک اسلامی حکومت کی بنیاد ہی روحانی قدروں کے ماتحت ہر فرد کے لئے ان ضروریات، زندگی کو مہیا کرنے پر ہے ۔ ورنہ وہ حکومت ، اسلامی حکومت کہلانے کی ہرگز مستحق نہیں ہے ۔

علماء اسلام کا فرض۔ مذہب اسلام دیگر مذاہب کے مقابلے میں اپنی کتاب الہی اور اس کے مطابق بانی اسلام کے ارشادات، اعمال و اقوال اور اخلاق کا کامل محافظ ہے۔ وہ قیامت تک کے لئے اس کی صداقت کا مدعی ہے اور جملہ اقوام عالم کو اسے اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس لئے ہر غیر مسلم متلاشی حق مفکر کا یہ حق ہے کہ وہ اس کی پوری جانچ پڑتال کرے اور اسے اختیار کرنے میں انسانی، اخلاقی اور جدید تقاضوں کے مطابق جو شکوک و شبہات اور رکاوٹیں پیدا ہوں، ان کا حل تلاش کرے۔

ان حالات میں علمائے اسلام کا فرض ہے کہ وہ حقائق اسلام کی روشنی میں ان رہنمائی کریں اور ان کی لغزشوں کا احسن طریق پر ازالہ کریں۔ تاکہ ساری دنیا اسلام کو اختیار کر کے امن عالم کی کفیل ہو جائے۔ ورنہ کلام الہی سے ناواقف اور اس کی تحریف کرنے والے لوگوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو جائے گا، جو کلام الہی کو موجودہ تقاضوں کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کرے گا جس کا نتیجہ اصل اسلام سے انکار کی صورت میں نمودار ہو سکتا ہے۔

علمائے اسلام کی یہ اپنی کمزوری ہوگی کہ وہ جس صداقت پر ایمان رکھتے ہیں، اسے دوسروں پر ظاہر اور ثابت کرنے سے قاصر رہیں۔ اب خدا نخواستہ اگر اسلام بد نام ہوگا تو مخالفین کے اعتراضات کی وجہ سے ہرگز نہیں بلکہ علمائے اسلام کی اپنی کوتاہ بینی اور کم علمی کی وجہ سے ہوگا۔ نیز وہ لوگ اس کے جواب دہ ہوں گے جو کلام الہی کو موجودہ تقاضوں کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش میں تحریف کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

بحمد اللہ گزشتہ سالوں میں لاہور کی مجلس مذاکرہ اسلام میں شریک مختلف مکتب خیال کے علمائے کرام نے جن میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک تھے، اسلام کے متعلق جن گراں قدر مبنی بر حقیقت اور نہایت معتدل خیالات کا اظہار فرمایا تھا، وہ اسلام کی صداقت، اس کی ضرورت اور اس میں غیر اسلامی خیالات کے امتزاج کی وضاحت اور دور جدید کے تمام حقیقی انسانی تقاضوں کو قبول کرنے کی پوری صلاحیت پر مشتمل ہے۔ یہ بعض معمولی فروگزاشتوں کی

اصلاح کے بعد ایک تاریخی دستاویز ہے اور آنے والی قوموں اور نسلوں کے لئے رهنمائی کا کام دے گی ۔

موجودہ دور کا طرز حکومت ۔ حقیقت حال یہ ہے کہ موجودہ دور کے طرز حکومت نے، وہ نام نہاد جمہوری ہو یا اشتراکی یا کوئی اور، دنیا کے دانشوروں کو کسی ایسے نظام حکومت کی تلاش پر مجبور کر دیا ہے، جو ان تمام خرابیوں سے مبرا ہو، جو موجودہ دور کے ہر طرز حکومت میں پائی جاتی ہیں، اور ان سے نہ صرف قوموں، نسلوں اور ہر قسم کی آبادیوں کی تباہی اور بربادی کا خطرہ ہے بلکہ یہ نفس انسانیت ہی کی تباہی کا باعث ثابت ہو رہی ہیں - جیسا کہ سائنس کی جدید ایجادات سے ظاہر ہے - اب دنیا کی تمام اسلامی حکومتوں کا اپنا نظام حکومت بھی اسی دور کی کسی نہ کسی تباہ کن نظام حکومت کی عکاسی کرتا ہے اس لئے وہ اس کوشش میں ہیں کہ ان سب سے الگ ہو کر اصل اسلامی حکومت کے نظریے کی طرف متوجہ ہوں ۔ اور انہیں وہ تمام اسلامی فطری اصول دستیاب ہو جائیں جن کی انہیں تلاش ہے ۔ اور جن کی روشنی میں اگر پوری احتیاط اور اعتدال سے کام لیا جائے تو آج دنیا میں انسانیت کی پوری حفاظت ہو سکتی ہے ۔ اور ایک دائمی اور پائیدار امن قائم ہو سکتا ہے ۔

تاریخ اسلام میں صحیح اسلامی حکومت کی مثال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں پیش فرما چکے ہیں ۔ اس کی تصدیق پر گاندھی جی بھی مجبور ہوئے اور یورپ کے مشہور مفکر برنارڈ شا کو ایک سوال کے جواب میں بے اختیار کہنا پڑا کہ دوسرا محمد پیدا کرو ۔ اس کے بغیر امن نا ممکن ہے ۔ اس سے اس کا مقصد آپ کے بتلائے ہوئے طریق پر نظام عالم قائم کرنا تھا ورنہ وہ صرف نہ اسلام بلکہ کسی بھی مذھب کا قائل نہ تھا ۔

عیسائی چرچ اور اس کی ناکامی ۔ دنیا کے بعض مفکروں کو اس قسم کے اسلامی مذاکروں کے متعلق یہ خیال ہو سکتا ہے کہ چوں کہ دنیا میں لا دینی اثرات پھیلانے کا واحد ذریعہ عیسائی چرچ ہے جو اپنی رهبانیت کی

وجہ سے حکمران جماعتوں کے ظالمانہ طرز عمل میں کسی قسم کی مداخلت کو اپنے مذہبی نظریوں کے خلاف بغاوت اور اپنے آسمانی باپ کی نافرمانی اور اس کے غضب کا باعث قرار دیتا ہے ۔ مثال کے طور پر زار روس کے اپنے عوام پر بے پناہ مظالم کا سب سے بڑا مؤید عیسائی چرچ ہی تھا ، جس کا ردعمل مذہب کے خلاف کمیونزم کی صورت میں نمودار ہوا اور اس کی لپیٹ میں آج ساری عیسائی دنیا آ گئی ہے — اس لئے اس سے بچنے کے لئے آج اسلامی ''چرچ'' کو آگے لایا جا رہا ہے جو عیسائی مذہب کی رہبانیت کے بنیادی عقیدہ کے سراسر مخالف ہے جیسا کہ ''لا رهبانية فی الاسلام'' سے ظاہر ہے ۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام کا ارشاد ہے ۔ امریکہ میں مذاکرہ اسلامی بلانے کے بعد پاکستان میں یہ دوسرا تجربہ ہے ۔ چنانچہ امریکہ کی مجلس مذاکرہ میں اسلام کے خلاف جن خیالات پر مسلمانوں کو اعتراض تھے ۔ ان سے پورا احتراز کیا گیا ہے ۔ اس مذاکرہ میں ہر مسلم اور غیر مسلم مفکر نے اسلامی مسائل کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے ، گویا کہ یہ اس کے اپنے خیالات ہیں اور صدق دل سے وہ انہیں تسلیم کرتا ہے ۔

ان مفکرین کے خیال میں اس قسم کی مجالس کے انعقاد کا مقصد محض مذہب کی اہمیت کو واضح کرتا ہے تاکہ نفس مذہب کے خلاف لا دینی اثرات کا ازالہ ہو سکے اور اسے روکا جا سکے اور دشمن مذہب اشتراکیت کے خلاف تمام اسلامی اور غیر اسلامی مذہب پسند ممالک کا ایک متحدہ محاذ قائم کیا جا سکے جس کے انسداد سے عیسائی چرچ نہ صرف ناکام رہا بلکہ اس کے پھیلانے کا موجب ثابت ہوا ہے نیز اس کے انسداد میں امریکہ کا ایٹم اور ڈالر بھی ناکام ثابت ہوا ہے ۔ اب اگر ان مفکرین کے یہ خدشات کسی حد تک اور کچھ عرصہ کے لئے درست مان بھی لئے جائیں تو اسلام کو اس سے کیا خطرہ ہے ۔ مجلس مذاکرہ اسلام لاہور میں جو مقالات پڑھے گئے تھے ، وہ در اصل اسلامی نظریہ حیات کو واضح کرتے ہیں ۔ اگر وہ اشتراکیت کے بالواسطہ مخالف ہوں تو دنیا کے دیگر نظامہائے حکومت کے بھی حق میں نہیں ہیں ۔ اس لئے کسی بھی فریق کو شکایت کی گنجائش نہیں ہے ۔ اگر یہ بلاوجہ ہو تو اس کا ہمارے پاس کیا علاج ہے ۔

اسلام کیا چاہتا ہے ـ اسلام در اصل اپنے فطری نظریہ حیات کے مطابق دنیا کے تمام حکومتی نظاموں کی اصلاح چاہتا ہے - جن سے آج مظلوم دنیا کراہ رہی ہے اور جن کی اصلاح زود یا بدیر اگر ہو سکتی ہے تو صرف اسلامی نظریہ حیات ہی سے ہو سکتی ہے۔ اس قسم کی مجالس کے انعقاد سے جہاں اشتراکیت کا خاتمہ ہو گا ، وہاں عیسائی چرچ کا بھی خاتمہ ہو جائے گا ' جس کا کہ رد عمل اشتراکیت تھا ـ واقعہ یہ ہے کہ عیسائی چرچ اسلامی نظریہ حیات اختیار کئے بغیر اشتراکیت سے کسی طرح بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا - بہر حال ان دونوں میں سے اسے کسی ایک کو اختیار کرنا ہوگا - اشتراکیت کو یا اسلام کو۔ انہیں حالات سے متاثر ہو کر یورپ کی بعض حکومتیں اسلام اور عیسائیت میں مصالحت کرانے پر مجبور ہو رہی ہیں - لیکن عیسائیت میں چونکہ کوئی بھی نظریہ حکومت نہیں ہے - بالآخر اسے اشتراکیت سے بچنے کے لئے اسلامی نظریہ حکومت ہی کو اختیار کرنا ہوگا - ورنہ ساری عیسائی دنیا اشتراکیت کا شکار ہو جائے گی - اس کا رد عمل بھی آخر کار اسلام کے حق ہی میں ہوگا کیوں کہ اشتراکیت بھی اتنے عرصے میں ایک سوشل نظام ہونے سے آگے قدم بڑھانے میں نا کام ہو چکی ہے - در اصل کمیونزم کا سبز باغ صرف دکھانے کے لئے ہے - عمل کے لئے نہیں ہے- بہر حال اسلام موجودہ دور کے ہر نظام حکومت سے بیزار ہے - وہ اپنا ایک ایسا نظام حکومت رکھتا ہے جو افراط و تفریط سے علیحدہ رہ کر امن عالم کا کفیل ہو سکتا ہے جس کا وقوع آنا زود یا بدیر قطعی میں اور یقینی ہے ''وما ذالک علی اللہ بعزیز'' -

امت مسلمہ آج خدا وند عالم کے ارشاد '' یا ایہا الذین آمنو آمنوا باللہ و رسولہ '' کے مطابق تجدید ایمانی کر کے چودہ سو برس پیچھے لوٹ جائے تو دنیا کے تمام ظالمانہ نظاموں کا خاتمہ ہو سکتا اور دائمی امن قائم ہو سکتا ہے ورنہ ''وان تتولوا یستبدل قوماً غیرکم'' کے مطابق یہ خدمت کسی اور قوم کے سپرد ہو جائے گی جو پوری فرمانبردار ہوگی -